وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ، آیت مذکورہ کی اگر دوسری تفسیر اختیار کی جائے تو اس جملے کا مطلب واضح ہے کہ اگرچہ آپ کو موجودہ ازواج کے علاوہ دوسری عورتوں سے نکاح بشرائط مذکورہ جائز ہے، مگر یہ جائز نہیں کہ ایک کو طلاق دے کر اس کی جگہ دوسری کو بدلیں یعنی خالص تبدیلی کی نیت سے کوئی نکاح جائز نہیں، بغیر لحاظ و نیت تبدیلی کے جتنے چاہیں نکاح کر سکتے ہیں،

اور اگر آیت مذکورہ کی پہلی تفسیر مراد لی جائے تو معنی یہ ہوں گے کہ آئندہ نہ کسی عورت کا اضافہ موجودہ ازواج میں آپ کر سکتے ہیں، اور نہ کسی کی تبدیلی کر سکتے ہیں، کہ اس کو طلاق دے کر اس کے قائم مقام کسی اور عورت سے نکاح کر لیں، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ

اے ایمان والو مت جاؤ نبی کے گھروں میں مگر جو تم کو حکم

لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا

ہو کھانے کے واسطے نہ راہ دیکھنے والے اس کے پکنے کی، لیکن جب تم کو بلائے تب جاؤ

فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ

پھر جب کھا چکو تو آپ آپ کو چلے آؤ اور نہ آپس میں جی لگا کر بیٹھو باتوں میں اس بات سے تمہاری

كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۡ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ۭ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ

تکلیف تھی نبی کو پھر تم سے شرم کرتا ہے اور اللہ شرم نہیں کرتا ٹھیک بات بتلانے میں اور جب مانگنے جاؤ

مَتَاعًا فَسْـَٔـلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاۗءِ حِجَابٍ ۭ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ

بیبیوں سے کچھ چیز کام کی تو مانگ لو پردے کے باہر سے، اس میں خوب ستھرائی ہے تمہارے دل کو

وَقُلُوْبِهِنَّ ۭ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ

اور ان کے دل کو اور تم کو نہیں پہنچتا کہ تکلیف دو اللہ کے رسول کو اور نہ یہ کہ نکاح

تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ

کرو اس کی عورتوں سے اس کے پیچھے کبھی، البتہ یہ تمہاری بات اللہ کے یہاں بڑا

عَظِيمًا ﴿٥٣﴾ إِن تُبْدُوا شَيْئًا أَوْ تُخْفُوهُ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ

گناہ ہے ، اگر کھول کر کہو تم کسی چیز کو یا اس کو چھپاؤ سو اللہ ہے ہر چیز کو

شَيْءٍ عَلِيمًا ﴿٥٤﴾ لَّا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِي آبَائِهِنَّ وَلَا أَبْنَائِهِنَّ

جاننے والا ، گناہ نہیں ان عورتوں کو سامنے ہونے کا اپنے باپوں سے اور نہ اپنے بیٹوں سے

وَلَا إِخْوَانِهِنَّ وَلَا أَبْنَاءِ إِخْوَانِهِنَّ وَلَا أَبْنَاءِ أَخَوَاتِهِنَّ

اور نہ اپنے بھائیوں سے اور نہ اپنے بھائی کے بیٹوں سے اور نہ اپنے بہن کے بیٹوں سے ،

وَلَا نِسَائِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ ۗ وَاتَّقِينَ اللَّهَ ۚ إِنَّ

اور نہ اپنی عورتوں سے اور نہ اپنے ہاتھ کے مال سے اور ڈرتی رہو اے عورتو اللہ سے بیشک

اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا ﴿٥٥﴾

اللہ کے سامنے ہے ہر چیز

خلاصۂ تفسیر

اے ایمان والو نبیؐ کے گھروں میں (بے بلائے) مت جایا کرو مگر جس وقت تم کو کھانے کے لئے (آنے کی) اجازت دی جائے (تو جانا مضائقہ نہیں، مگر تب بھی جانا) ایسے طور پر (ہو) کہ اس (کھانے) کی تیاری کے منتظر نہ رہو (یعنی بے دعوت تو جاؤ مت اور دعوت ہو تب بھی بہت پہلے سے مت جا بیٹھو) لیکن جب تم کو بلایا جائے (کہ اب چلو کھانا تیار ہے) تب جایا کرو، پھر جب کھانا کھا چکو تو اُٹھ کر چلے جایا کرو اور باتوں میں جی لگا کر مت بیٹھا کرو (کیونکہ) اس بات سے نبیؐ کو ناگواری ہوتی ہے سو وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں (اور زبان سے نہیں فرماتے کہ اُٹھ کر چلے جاؤ) اور اللہ تعالیٰ صاف بات کہنے سے (کسی کا) لحاظ نہیں کرتا (اس لئے صاف صاف کہہ دیا گیا) اور (اب سے یہ حکم کیا جاتا ہے کہ حضرتؐ کی بیبیاں تم سے پردہ کیا کریں گی تو اب سے) جب تم ان سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر (کھڑے ہو کر وہاں) سے مانگا کرو (یعنی بے ضرورت تو پردہ کے پاس جانا اور بات کرنا بھی نہ چاہیئے، لیکن ضرورت میں کلام کا مضائقہ نہیں، مگر رؤیت نہ ہونا چاہیئے) یہ بات (ہمیشہ کے لئے) تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے (یعنی جیسے اب تک جانبین کے دل

پاک ہیں اس سے آئندہ بھی احتمال عدم طہارت کا مندفع ہو گیا جو کہ غیر معصوم کے اعتبار سے فی نفسہٖ محتمل ہو سکتا تھا) اور (حرمت ایذاء نبوی صرف فضول جم کر بیٹھ جانے ہی کی صورت میں منحصر نہیں بلکہ علی الاطلاق حکم ہے کہ) تم کو (کسی امر میں) جائز نہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کلفت پہونچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ تم آپ کے بعد آپ کی بیبیوں سے کبھی بھی نکاح کرو یہ خدا کے نزدیک بڑی بھاری (معصیت کی) بات ہے (اور جس طرح یہ نکاح ناجائز ہے ایسے ہی اس کا زبان سے ذکر کرنا یا دل میں ارادہ کرنا سب گناہ ہے سو) اگر تم (اس کے متعلق) کسی چیز کو (زبان سے) ظاہر کرو گے یا اس (کے ارادہ) کو (دل میں) پوشیدہ رکھو گے تو اللہ تعالیٰ (کو دونوں کی خبر ہوگی، کیونکہ وہ) ہر چیز کو خوب جانتے ہیں (پس تم کو اس پر سزا دیں گے اور ہم نے جو اوپر حجاب کا حکم دیا ہے اس سے بعضے مستثنیٰ بھی ہیں جن کا بیان یہ ہے کہ) پیغمبر کی بیبیوں پر اپنے باپوں کے (سامنے ہونے کے) بارہ میں کوئی گناہ نہیں اور نہ اپنے بیٹوں کے (یعنی جس کے بیٹا ہو) اور نہ اپنے بھائیوں کے اور نہ اپنے بھتیجوں کے اور نہ اپنے بھانجوں کے اور نہ اپنی (دین شریک) عورتوں کے اور نہ اپنی لونڈیوں کے (یعنی اُن کے سامنے آنا جائز ہے) اور (اے پیغمبر کی بیبیوں! ان احکام مذکورہ کی تعمیل میں) خدا سے ڈرتی رہو (کسی حکم کے خلاف نہ ہونے پائے) بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر حاضر (ناظر) ہے (یعنی اس سے کوئی چیز مخفی نہیں جو اس کے خلاف کرے گا اس کو سزا سے ڈرنا چاہئے)۔

معارف و مسائل؛

آیاتِ مذکورہ میں اسلامی معاشرت کے چند آداب و احکام کا بیان ہے جس کا تعلق سابقہ آیات سے یہ ہے کہ جو آداب ان آیات میں تلقین کئے گئے وہ ابتداءً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان اور آپؐ کی ازواجؓ کے بارے میں نازل ہوتے ہیں، اگرچہ حکم ان کا آپؐ کی ذات کے ساتھ مخصوص نہیں،

پہلا حکم، دعوتِ طعام اور مہمان کے بعض آداب | يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّاۤ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ،

اس میں دعوتِ طعام اور مہمانی کے متعلق تین احکام کا بیان ہے اور حکم اگرچہ سب مسلمانوں کے لئے عام ہے، مگر سببِ نزول چونکہ خاص واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے مکان میں ہوا، اس لئے عنوان میں بیوت النبی کا ذکر فرمایا گیا، پہلا یہ ہے کہ نبی کے مکانات میں بغیر اجازت داخل نہ ہو، لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ۔

دوسرا ادب یہ کہ جب داخل ہونے کی اجازت بلکہ کھانے کی دعوت بھی ہو تو وقت سے پہلے آکر کھانا تیار ہونے کے انتظار میں نہ بیٹھ جاؤ، غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ، ناظرین کے معنی اس جگہ منتظر کے ہیں اور لفظ اِنا بکسر ہمزہ کھانا پکنے کو کہتے ہیں، آیت میں لَا تَدْخُلُوْا سے ایک استثناء تو اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ کا بہ لفظ اِلَّا کیا گیا ہے، یہ دوسرا استثناء بہ لفظ غَیْرَ ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ نہ بلا اجازت داخل ہو اور نہ وقت سے پہلے آکر کھانا پکنے کا انتظار کرو، بلکہ وقت پر جب بلایا جائے اس وقت مکان میں داخل ہو، وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا

تیسرا ادب یہ کہ کھانے سے فارغ ہو جاؤ تو اپنے اپنے کاموں میں منتشر ہو جاؤ، دعوت کے گھر میں باہم باتیں کرنے کے لئے جم کر نہ بیٹھو، فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ،

مسئلہ: یہ عام حالات میں ہے جہاں عادۃً مہمانوں کا کھانے کے بعد دیر تک بیٹھے رہنا میزبان کے لئے باعثِ کلفت ہو، خواہ اس لئے کہ وہ فارغ ہو کر اپنے دوسرے کاموں میں لگنا چاہتا ہے یا اس لئے کہ ان کو فارغ کر کے دوسرے مہمانوں کو کھلانا مقصود ہو، اور جہاں حالات اور عادت سے یہ معلوم ہو کہ کھانے کے بعد مہمانوں کا دیر تک باہمی باتوں میں مشغول رہنا میزبان کے لئے موجب کلفت نہیں وہ اس سے مستثنیٰ ہوگا، جیساکہ آجکل کی پارٹیوں اور دعوتوں میں رواج ہو گیا ہے، دلیل اس کی آیت کا اگلا جملہ ہی جس میں ارشاد ہے اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ یعنی کھانے کے بعد باتوں میں مشغول ہونے کی ممانعت کا سبب یہ ہے کہ ایسا کرنے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہونچتی تھی، کیونکہ مہمانوں کے کھانے کا انتظام زنانہ مکان میں ہوتا تھا، وہاں مہمانوں کا دیر تک ٹھہرنا گھر والوں کے لئے موجب کلفت ہونا ظاہر ہے،

آیت میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اگرچہ مہمانوں کے اس طرزِ عمل سے تکلیف پہونچتی ہے مگر چونکہ خود اپنے گھر کے مہمان ہیں اس حالت میں ان کو ادب سکھانے سے حیاء مانع ہوتی ہے، مگر حق بات کے اظہار میں اللہ تعالیٰ حیاء نہیں کرتا،

مسئلہ: اس جملے سے مہمانوں کے اکرام اور خاطر داری کا کتنا بڑا اہتمام معلوم ہوا کہ اگرچہ مہمانی کے آداب سکھانا آپ کے فرائض میں تھا، مگر اپنا مہمان ہونے کی حالت میں آپ نے اس کو بھی مؤخر کیا، یہاں تک کہ خود حق تعالیٰ نے قرآن میں یہ ادب

سکھانے کا اہتمام فرمایا،

دوسرا حکم عورتوں کا پردہ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ، اس میں بھی اگرچہ سببِ نزول کے خاص واقعہ کی بنا پر بیان اور تعبیر میں خاص ازواج مطہرات کا ذکر ہے، مگر حکم ساری امت کے لئے عام ہے، خلاصہ حکم کا یہ ہے کہ عورتوں سے اگر دوسرے مردوں کو کوئی استعمالی چیز برتن، کپڑا وغیرہ لینا ضروری ہو تو سامنے آکر نہ لیں، بلکہ پردہ کے پیچھے سے مانگیں، اور فرمایا کہ یہ پردہ کا حکم مردوں اور عورتوں دونوں کے دلوں کو نفسانی وساوس سے پاک رکھنے کیلئے دیا گیا ہے،

پردۂ نسواں کی خاص اہمیت اس جگہ یہ بات قابل نظر ہے کہ یہ پردے کے احکام جن عورتوں مردوں کو دیتے گئے ہیں ان میں عورتیں تو ازواج مطہراتؓ ہیں، جن کے دلوں کو پاک صاف رکھنے کا حق تعالیٰ نے خود ذمہ لے لیا ہے، جس کا ذکر اس سے پہلی آیت لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ میں مفصل آچکا ہے، دوسری طرف جو مرد مخاطب ہیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام ہیں جن میں بہت سے حضرات کا مقام فرشتوں سے بھی آگے ہے،

لیکن ان سب امور کے ہوتے ہوئے ان کی طہارتِ قلب اور نفسانی وساوس سے بچنے کے لئے یہ ضروری سمجھا گیا کہ مرد و عورت کے درمیان پردہ کرایا جائے، آج کون ہے جو اپنے نفس کو صحابہ کرام کے نفوس پاک سے اور اپنی عورتوں کے نفوس کو ازواج مطہراتؓ کے نفوس سے زیادہ پاک ہونے کا دعویٰ کرسکے، اور یہ سمجھے کہ ہمارا اختلاط عورتوں کے ساتھ کسی خرابی کا موجب نہیں ہے؟

آیاتِ مذکورہ کے اسبابِ نزول ان آیات کے سببِ نزول میں چند واقعات بیان کئے جاتے ہیں، جن میں کوئی تضاد نہیں، ہوسکتا ہے کہ مجموعہ واقعات نزول آیات کا سبب بنا ہو، شروع آیت میں جو مہمانی کے آداب بیان ہوئے کہ بغیر بلائے کھانے کے لئے نہ جائیں، اور کھانے کے انتظار میں نہ بیٹھیں، اس کا سببِ نزول ابن ابی حاتم نے سلیمان بن ارقم سے یہ نقل کیا ہے کہ یہ آیت ان ثقلاء اور بوجھل لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو بغیر دعوت کے کسی کے مکان میں جا بیٹھیں اور کھانے کا انتظار کریں،

اور امام عبد بن حمید نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت اُن بعض لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو انتظار میں رہتے اور کھانے کے وقت سے پہلے رسول اللہؐ

صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان میں جاکر بیٹھ جاتے اور باہمی باتوں میں مشغول رہتے، یہاںتک کہ کھانا تیار ہوجاتا تو اس میں شریک ہوجاتے تھے، ایسے لوگوں کے لئے یہ ہدایات جاری ہوئیں جو شروع آیت میں مذکور ہیں، یہ واقعات پردہ کے احکام نازل ہونے سے پہلے کے ہیں، جب عام مرد زنانہ مکان میں آتے جاتے رہتے تھے،

دوسرا حکم جو عورتوں کے پردہ سے متعلق ہے اس کے شانِ نزول میں امام بخاری کی دو روایتیں ہیں، ایک روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کے پاس نیک و بد ہر طرح کے آدمی آتے جاتے ہیں، اگر آپ ازواج مطہرات کو پردہ کرنے کا حکم دیدیں تو بہتر معلوم ہوتا ہے، اس پر یہ آیتِ حجاب نازل ہوئی،

صحیحین بخاری و مسلم میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ قول منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا:

وافقتُ ربّی فی ثلاث قلت یارسول اللہ لو اتخذت فی مقام ابراھیم مصلًّی فانزل اللہ تعالیٰ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى وَقلتُ یارسول اللہ اِنَّ نساءَکَ یدخل علیھنّ البَرُّ والفاجرُ فلو حجبتھن فانزل اللہ آیۃ الحجاب وقلتُ لِاَزواجِ النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم لمّا تمالأنَ علیہ فی الغیرۃ عَسٰى رَبُّهٗ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ فنزلت کذلک،

"میں نے موافقت کی اپنے رب کے ساتھ تین چیزوں میں ایک یہ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مقامِ ابراہیم کو اپنی جائے نماز بنالیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى اور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ کی ازواج مطہرات کے سامنے ہر نیک و بد انسان آتا ہے، بہتر ہو کہ آپ ان کو پردہ کرائیں، اس پر آیتِ حجاب نازل ہوگئی، اور جب ازواج مطہرات میں باہمی غیرت و رشک بڑھنے لگا تو میں نے ان سے کہا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں طلاق دیدیں تو بعید نہیں کہ اللہ آپ کو تم سے بہتر ازواج عطا فرمادیں، چنانچہ ٹھیک انہی الفاظ کے ساتھ قرآن نازل ہوگیا"،

فائدہ: حضرت فاروق اعظمؓ کا اپنے کلام میں ادب قابلِ نظر ہے کہ بظاہر کہنا یہ تھا کہ تین چیزوں میں میرے رب نے میری موافقت فرمائی،

ایک دوسرا واقعہ حضرت انسؓ ہی کی روایت سے صحیح بخاری میں یہ آیا کہ حضرت انسؓ نے فرمایا کہ آیتِ حجاب کی حقیقت سے میں سب سے زیادہ واقف ہوں، کیوں کہ میں اس واقعہ میں حاضر تھا جب کہ حضرت زینب بنت جحشؓ نکاح کے بعد رخصت ہو کر حرم نبویؐ میں داخل ہوئیں، اور مکان میں آپؐ کے ساتھ موجود تھیں، آپؐ نے ولیمہ کے لئے کچھ کھانا پکوایا اور لوگوں کو دعوت دی، کھانے کے بعد کچھ لوگ وہیں جم کر آپس میں باتیں کرنے کے لئے بیٹھ گئے، ترمذی کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہیں تشریف رکھتے تھے، اور ام المؤمنین زینبؓ بھی اسی جگہ موجود تھیں جو حیاء کی وجہ سے دیوار کی طرف اپنا رخ پھیرے ہوئے بیٹھی تھیں، ان لوگوں کے اس طرح دیر تک بیٹھنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوئی، آپ گھر سے باہر تشریف لائے اور دوسری ازواج مطہرات کے پاس ملاقات وسلام کے لئے تشریف لے گئے، جب آپ پھر گھر میں واپس آئے تو یہ لوگ وہیں موجود تھے، آپؐ کے لوٹنے کے بعد ان لوگوں کو احساس ہوا تو منتشر ہو گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکان کے اندر تشریف لائے تو تھوڑا سا وقت گذرا تھا کہ آپ پھر باہر تشریف لائے میں وہاں موجود تھا، آپ نے یہ آیتِ حجاب جو اسی وقت نازل ہوئی تھی پڑھ کر سنائی، یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ الآیۃ،

حضرت انسؓ نے یہ واقعہ نقل کر کے فرمایا کہ میں ان آیات کے نزول میں سب سے زیادہ قریب ہوں، کہ میرے سامنے ہی نازل ہوئی ہیں (الترمذی، کتاب التفسیر)

آیاتِ حجاب کے نزول کے اسباب میں یہ تین واقعات روایاتِ حدیث میں مذکور ہیں، ان میں کوئی تعارض نہیں، ہو سکتا ہے کہ تینوں واقعات کا مجموعہ ہی ان آیات کے نزول کا سبب بنا ہو،

تیسرا حکم ازواجِ مطہراتؓ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کسی سے نکاح جائز نہیں، وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا، اس کے پہلے جملے میں تو عام الفاظ میں ایسے ہر قول وفعل کو حرام کر دیا گیا جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء و تکلیف پہونچے، اس کے بعد یہ حکم دیا گیا کہ آپؐ کی ازواج مطہراتؓ سے آپؐ کی وفات کے بعد کسی کا نکاح حلال نہیں،

آیتِ مذکورہ میں اوپر جتنے احکام آئے ہیں ان میں اگرچہ خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی ازواجِ مطہراتؓ کو ہوا ہے، مگر حکم عام ہے ساری اُمت کے لئے، بجز اس آخری حکم کے کہ عام اُمت کے لئے قانون یہ ہے کہ شوہر کی وفات کے بعد جب عدّت گذر جائے تو اس کی بیوی دوسرے آدمی سے نکاح کر سکتی ہے، ازواجِ مطہراتؓ کے لئے یہ خصوصی حکم ہے کہ وہ آپؐ کی وفات کے بعد کسی سے نکاح نہیں کر سکتیں،

اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ وہ بنصِ قرآن اُمّہات المؤمنین ہیں، اور اگرچہ اُن کے اُمّہات ہونے کا اثر ان کی اولادِ رُوحانی پر نہیں پڑتا کہ وہ سب بہن بھائی ہو کر باہم نکاح نہ کر سکیں، مگر ان کی اپنی ذات کی حد تک امتناعِ نکاح کا حکم دیا گیا،

یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں، آپؐ کی وفات کا درجہ ایسا ہے جیسا کوئی زندہ شوہر گھر سے غائب ہو، اسی لئے آپؐ کی میراث تقسیم نہیں ہوئی، اسی بنا پر آپؐ کی ازواج کا وہ حال نہیں جو عام شوہروں کی وفات پر ان کی ازواج کا ہوتا ہے،

یہ حکمت بھی ہے کہ شرعی قاعدے سے جنّت میں ہر عورت اپنے آخری شوہر کے ساتھ رہے گی، حضرت حذیفہؓ نے اپنی زوجہ کو وصیت فرمائی تھی کہ اگر تم جنت میں میری بیوی رہو تو میرے بعد کوئی دوسرا نکاح نہ کرنا، کیونکہ جنت میں عورت اپنے آخری شوہر کو ملے گی (قرطبی)

اس لئے ازواجِ مطہرات کو جو شرف حق تعالیٰ نے دنیا میں آپؐ کی زوجیت کا عطا فرمایا ہے اس کو آخرت اور جنّت میں بھی باقی رکھنے کے لئے ان کا نکاح کسی دوسرے سے حرام کر دیا گیا،

اس کے علاوہ طبعی طور پر کوئی شوہر اس کو پسند نہیں کرتا کہ اس کی بیوی دوسرے کے نکاح میں جائے، مگر اس طبعی خواہش کا پورا کرنا عام لوگوں کے لئے شرعاً ضروری نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس طبعی خواہش کا بھی حق تعالیٰ نے احترام فرمایا، یہ آپؐ کا خصوصی اعزاز ہے،

مسئلہ: اس پر تو اُمت کا اتفاق ہے کہ جو ازواجِ مطہراتؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک آپؐ کے حرم میں رہیں اُن سب کا یہی حکم ہے، لیکن جن کو آپؐ نے طلاق دیدی، یا کسی دوسری وجہ سے وہ آپؐ کی زوجیت سے علیحدہ ہو گئیں اُن کے بارے میں فقہاءِ اُمت کے مختلف اقوال ہیں، جن کو قرطبی نے تفصیل سے لکھا ہے،

اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی طرح سے ایذاء و تکلیف پہونچانا یا آپ کی وفات کے بعد آپ کی ازواج سے نکاح کرنا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا گناہ ہے،

اِنْ تُبْدُوْا شَيْئًا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا، آخر آیت میں پھر اس مضمون کو دُہرایا گیا، کہ اللہ تعالیٰ دلوں کے ارادوں اور خیالات سے بھی واقف ہے، تم کسی چیز کو چھپاؤ یا ظاہر کرو اللہ تعالیٰ کے سامنے سب ظاہر ہی ہے، اس میں تاکید ہے کہ مذکورالصدر احکام میں کسی قسم کا شک و شبہ یا وسوسہ دل میں پیدا نہ ہونے دیں، اور احکامِ مذکورہ کی مخالفت سے بچنے کا پورا اہتمام کریں،

آیتِ مذکورہ میں تین کام بیان کئے گئے ہیں، ان میں عورتوں کے پردہ کا مسئلہ کئی وجہ سے تفصیل طلب ہی، اس لئے بقدرِ ضرورت لکھا جاتا ہے :-

احکامِ حجاب

انسدادِ فواحش کا اسلامی نظام

فواحش، بدکاری، زنا اور اس کے مقدمات دنیا کی اُن مہلک برائیوں میں سے ہے جن کے مہلک اثرات صرف اشخاص و افراد کو نہیں بلکہ قبائل اور خاندانوں کو اور بعض اوقات بڑے بڑے ملکوں کو تباہ کر دیتے ہیں، اس وقت دنیا میں جتنے قتل و غارت گری کے واقعات پائے جاتے ہیں اگر صحیح تحقیق کی جائے تو اکثر واقعات کے پس منظر میں کوئی عورت اور شہوانی جذبات کا جال نظر آئے گا، یہی وجہ ہے کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے اس میں کوئی قوم کوئی مذہب، کوئی خطہ ایسا نہیں جو اس کی بُرائی اور مہلک عیب ہونے پر متفق نہ ہو،

دنیا کے اس آخری دور میں یوروپین اقوام نے اپنی مذہبی حدود اور قدیم قومی روایات سب کو توڑ کر اگرچہ زنا کو اپنی ذات میں کوئی جرم ہی نہیں رکھا، اور تمدن و معاشرت کو ایسے سانچوں میں ڈھال دیا ہے جن میں ہر قدم پر جنسی انارکی اور فواحش کو دعوت عام ہی، مگر ان کے ثمرات و نتائج کو وہ بھی جرائم سے خارج نہ کر سکے، عصمت فروشی، زنا بالجبر، منظرِ عام پر فحش حرکات کو تعزیری جرم قرار دینا پڑا، جس کی مثال اس کے سوا کچھ نہیں کہ کوئی شخص آگ لگانے کے لئے سوختہ کا ذخیرہ جمع کرے پھر اس پر تیل چھڑکے، پھر اس میں آگ لگائے، اور جب اس کے شعلے بھڑکنے لگیں تو ان شعلوں پر پابندی لگانے

اور ردکنے کی فکر کرے، ہنڈیا پکانے کے لئے اس کے نیچے آگ جلائے پھر اس کے اُبال اور جوش کو روکنا چاہے،

اس کے خلاف اسلام نے جن چیزوں کو جرائم اور انسانیت کے لئے مضر قرار دیکر قابلِ سزا جرم کہا ہے، ان کے مقدمات پر بھی پابندیاں عائد کیں، اور ان کو ممنوع قرار دیا ہے اس معاملے میں مقصود اصلی زناء اور بدکاری سے بچانا تھا تو اس کو نظر نیچی رکھنے کے قانون سے شروع کیا، عورتوں مردوں کے بے محابا اختلاط کو روکا، عورتوں کو گھروں کی چار دیواری میں محدود رکھنے کی ہدایت کی اور ضرورت کے وقت باہر نکلنے کے لئے بھی برقع یا لمبی چادر سے پورا بدن چھپا کر نکلنے اور سڑک کے کنارے چلنے کی ہدایت کی، خوشبو لگا کر یا بجنے والا زیور پہن کر نکلنے کی ممانعت کی، پھر جو شخص ان سب حدود و قیود اور پابندیوں کے حصار کو پھاند کر باہر نکل جائے اس پر ایسی سخت عبرت آموز سزا جاری کی کہ ایک مرتبہ کسی بدکردار پر جاری کردی جائے تو پوری قوم کو مکمل سبق مل جائے،

اہلِ یورپ اور ان کے مقلدین نے اپنی فحاشی کے جواز میں عورتوں کے پردہ کو عورتوں کی صحت اور اقتصادی اور معاشی حیثیت سے معاشرہ کے لئے مضر ثابت کرنے اور بے پردہ رہنے کے فوائد پر بحثیں کی ہیں، ان کا مفصل جواب بہت سے علمائے اہلِ عصر نے مفصل کتابوں میں لکھ دیا ہے، اس کے متعلق یہاں اتنا سمجھ لینا بھی کافی ہے کہ فائدہ اور نفع سے تو کوئی جرم و گناہ بھی خالی نہیں، چوری، ڈاکہ، دھوکہ فریب ایک اعتبار سے بڑا نفع بخش کاروبار ہے، مگر جب اس کے ثمرات و نتائج میں آنے والی مہلک مضرتیں سامنے آتی ہیں تو کوئی شخص ان کو نافع کاروبار کہنے کی جرأت نہیں کرتا، بے پردگی میں اگر کچھ معاشی فوائد بھی ہوں مگر جب پورے ملک و قوم کو ہزاروں فتنہ و فساد میں مبتلا کردے تو پھر اس کو نافع کہنا کسی دانشمند کا کام نہیں ہو سکتا،

انسدادِ جرائم کے لئے اسلام میں سدِّ ذرائع کا زرّیں اصول، اور اس میں راہِ اعتدال؛

جس طرح اصولِ عقائد، توحید، رسالت، آخرت، تمام انبیاء علیہم السلام کی شرائع میں مشترک اور متفق علیہ چلے آئے ہیں اسی طرح عام معاصی اور فواحش و منکرات ہر شریعت و مذہب میں حرام قرار دیئے گئے ہیں، لیکن شرائع سابقہ میں ان کے اسباب و ذرائع کو مطلقاً حرام نہیں کیا گیا تھا، جب تک کہ ان کے ذریعہ کوئی جرم واقع نہ ہو جائے، شریعتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام چونکہ قیامت تک رہنے والی شریعت تھی، اس لئے اس کی حفاظت کا منجانب اللہ خاص اہتمام یہ کیا گیا کہ جرائم و معاصی تو حرام تھے ہی

ان اسباب و ذرائع کو بھی حرام قرار دیدیا گیا جو عادتِ غالبہ کے طور پر ان جرائم تک پہونچانے والے ہیں، مثلاً شراب نوشی کو حرام کیا گیا تو شراب کے بنانے، بیچنے، خریدنے اور کسی کو دینے کو بھی حرام قرار دیدیا گیا سود کو حرام کرنا تھا تو سود سے ملتے جلتے معاملات کو بھی ناجائز کر دیا گیا، اسی لئے حضرات فقہاء نے تمام معاملات فاسدہ سے حاصل ہونے والے نفع کو سود کی طرح مالِ خبیث قرار دیا، شرک و بت پرستی کو قرآن نے ظلمِ عظیم اور ناقابلِ معافی جرم قرار دیا، تو اس کے اسباب و ذرائع پر بھی کڑی پابندی لگادی آفتاب کے طلوع، غروب، اور وسط میں ہونے کے اوقات میں چونکہ مشرکین آفتاب کی پرستش کرتے تھے، ان اوقات میں نماز پڑھی جاتی تو آفتاب پرستوں کے ساتھ ایک طرح کی مشابہت ہو جاتی، پھر یہ مشابہت کسی وقت خود شرک میں مبتلا ہونے کا سبب بن سکتی تھی، اس لئے شریعت نے ان اوقات میں نماز اور سجدہ کو بھی حرام و ناجائز کر دیا، بتوں کے مجسمات اور تصویریں چونکہ بت پرستی کا قریب ذریعہ تھیں، اس لئے بت تراشی، اور تصویر سازی کو حرام اور ان کے استعمال کو ناجائز کر دیا گیا،

اسی طرح جبکہ شریعت نے زنا کو حرام قرار دیا تو اس کے تمام اسباب قریبہ اور ذرائع کو بھی محرمات میں داخل کر دیا، کسی اجنبی عورت یا اَمرد پر شہوت سے نظر ڈالنے کو آنکھوں کا زنا قرار دیا، اس کا کلام سننے کو کانوں کا، اس کے چھونے کو ہاتھوں کا، اس کے لئے جدوجہد میں چلنے کو پاؤں کا زنا فرمایا، جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہیں، انہی جرائم سے بچانے کے لئے عورتوں کے واسطے پردہ کے احکام نازل ہوئے،

مگر اسباب و ذرائع کا قریب و بعید ایک طویل سلسلہ ہے، اگر دور تک اس سلسلے کو روکا جائے تو زندگی دشوار ہو جائے، اور عمل میں بڑی تنگی پیش آجائے، جو اس شریعت کے مزاج کے خلاف ہے، قرآن کریم کا اس کے بارے میں کھلا ہوا اعلان یہ ہے کہ مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ "یعنی دین میں تمہارے اوپر کوئی تنگی نہیں ڈالی گئی" اس لئے اسباب و ذرائع کے معاملے یہ حکیمانہ فیصلہ کیا گیا کہ جو افعال و اعمال کسی معصیت کا ایسا سبب قریب ہوں کہ عام عادت کے اعتبار سے اس کا ارتکاب کرنے والا اس معصیت میں ضرور مبتلا ہو ہی جاتا ہے، ایسے اسبابِ قریبہ کو شریعتِ اسلام نے اصل معصیت کے ساتھ ملحق کر کے ان کو بھی حرام کر دیا، اور جو اسباب بعیدہ ہیں کہ ان کے عمل میں لانے سے معصیت میں مبتلا ہونا عادۃً لازم و ضروری تو نہیں، مگر کچھ نہ کچھ دخل معصیت میں ضرور ہے ایسے اسباب و ذرائع کو مکروہ قرار دیا،

اور جو اسباب ان سے بھی زیادہ ابعد ہیں کہ معصیت میں ان کا دخل شاذ و نادر ہے ان کو نظر انداز کر کے مباحات میں داخل کر دیا،

پہلے مسئلہ کی مثال شراب فروشی ہے کہ یہ شراب نوشی کا سبب قریب ہے، اس کو بھی شریعت نے اسی طرح حرام کر دیا جس طرح شراب نوشی حرام ہے، کسی غیر عورت کو شہوت کے ساتھ ہاتھ لگانا اگرچہ عین زنا نہیں، مگر اس کا سبب قریب ہی شریعت نے اس کو اسی کی طرح حرام قرار دیدیا،

اور دوسرے مسئلے کی مثال یہ ہے کہ کسی ایسے شخص کے ہاتھ انگور فروخت کرنا جس کے متعلق معلوم ہے کہ وہ اس سے شراب ہی بناتا ہے اس کا پیشہ یہی ہے یا اس نے صراحۃً کہہ دیا ہے کہ میں اس کام کے لئے خرید رہا ہوں، یہ اگرچہ شراب فروشی کے درجہ میں حرام تو نہیں مگر مکروہ و ناجائز یہ بھی ہے، یہی حکم سنیما گھر بنانے یا سودی بینک چلانے کے لئے زمین مکان کرایہ پر دینے کا ہے کہ معاملہ کے وقت جب معلوم ہو کہ یہ اس مکان کو ناجائز کام کے لئے لے رہا ہے تو کرایہ پر دینا مکروہ تحریمی اور ناجائز ہے،

تیسرے درجہ کی مثال یہ ہے کہ عام لوگوں کے ہاتھ انگور فروخت کئے جائیں، جن میں یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی شخص ان سے شراب کشید کر لے مگر نہ اس نے اس کا اظہار کیا نہ ہمارے علم میں وہ ایسا شخص ہے جو شراب کشید کرتا ہو تو شرعاً اس طرح کی بیع و شراء مباح و جائز قرار دی

تنبیہ ضروری

یہاں یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے کہ شریعت اسلام نے جن کاموں کو گناہ کا سبب قریب درجہ اوّل کا قرار دے کر حرام کر دیا، اس حکمِ حرمت کے بعد وہ سب کے لئے مطلقاً حرام ہے، خواہ ابتلاء گناہ کا سبب بنے یا نہ بنے اب وہ خود ایک حکم شرعی ہے جس کی مخالفت حرام ہے،

اس تمہید کے بعد یہ سمجھئے کہ عورتوں کا پردہ بھی شرعاً اسی سدّ ذرائع کے اصول پر مبنی ہے کہ ترکِ پردہ سبب ہے معصیت میں مبتلا ہونے کا، اس میں بھی اسباب کی مذکورہ قسموں کے احکام جاری ہوں گے، مثلاً کسی جوان مرد کے سامنے جوان عورت کو اپنا بدن کھولنا ابتلاء گناہ کا ایسا سبب قریب ہے کہ عادت اکثریہ کے اعتبار سے اس پر گناہ کا مرتب ہونا لازمی جیسا ہے، اس لئے یہ تو شرعاً زنا کی طرح حرام ہوگیا، کیونکہ شرعاً اس عمل کو حکم فاحشہ کا دیدیا گیا ہے، اب وہ مطلقاً حرام ہے، اگرچہ معاملہ کسی معصوم کے ساتھ ہو یا کوئی شخص اپنے نفس پر مکمل قابو رکھنے کی وجہ سے

مطمئن ہو کر گناہ سے بچ جائے گا، مواقع ضرورت علاج وغیرہ کا مستثنیٰ ہونا الگ چیز ہے، اس سے اصل حرمت پر کوئی اثر نہیں پڑتا، یہ مسئلہ اوقات اور حالات سے بھی متاثر نہیں ہوتا قرن اول اسلام میں بھی اس کا حکم وہی تھا جو آج فسق و فجور کے زمانے میں ہے،

دوسرا درجہ ترکِ حجاب کا یہ ہے کہ گھروں کی چار دیواری سے باہر برقع یا لانبی چادر سے پورا بدن چھپا کر باہر نکلے، یہ سبب بعید ہے فتنہ کا، اس کا حکم یہ ہے کہ اگر ایسا کرنا سببِ فتنہ ہو تو ناجائز ہے اور جہاں فتنہ کا خوف نہ ہو وہاں جائز ہے، اسی لئے اس کا حکم زمانے اور حالات کے بدلنے سے بدل سکتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس طرح کا خروج عورتوں کا موجبِ فتنہ نہیں تھا، اسی لئے آپؐ نے عورتوں کو برقع وغیرہ میں سارا بدن چھپا کر مسجدوں میں آنے کی چند شرائط کے ساتھ اجازت دی تھی، اور ان کو مسجد میں آنے سے روکنے کو منع فرمایا تھا، اگرچہ اس وقت بھی ان کو ترغیب اسی کی دی تھی کہ نماز اپنے گھروں میں ادا کریں، کیونکہ ان کے لئے مسجدوں میں آنے سے زیادہ ثواب گھر میں پڑھنے کا ہے، مگر فتنہ کا خوف نہ ہونے کے سبب منع نہیں فرمایا تھا، آپؐ کی وفات کے بعد صحابۂ کرام نے دیکھا کہ اب عورتوں کا مسجدوں میں آنا فتنہ سے خالی نہیں رہا، اگرچہ برقع چادر وغیرہ لپیٹ کر آئیں، تو ان حضرات نے باجماع و اتفاق عورتوں کو مسجدوں کی جماعت میں آنے سے روک دیا، حضرت صدیقہ عائشہ رضؓ نے فرمایا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج کے حالات کو دیکھتے تو ضرور عورتوں کو مسجدوں میں آنے سے روک دیتے، اس سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام کا فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ سے مختلف نہیں، بلکہ آپؐ نے جن شرائط کی بناء پر اجازت دی تھی، اب وہ شرائط نہ رہیں تو حکم آپؐ ہی کے فیصلے سے بدل گیا،

عورتوں کے پردہ کا بیان قرآن کریم کی سات آیتوں میں آیا ہے، تین سورۂ نور میں گذر چکی ہیں، چار آیتیں سورۂ احزاب میں ہیں، جن میں سے ایک پہلے آچکی ہے، ایک زیر نظر ہے باقی آگے آئیں گی، جن میں پردہ کے درجات کی تعیین اور احکام کی تفصیل اور جو اس سے مستثنیٰ ہیں، ان کا مفصل بیان ہے، اسی طرح ستر سے زیادہ احادیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں قولاً اور عملاً پردہ کے احکام بتلائے گئے ہیں، ان سب کو یک جا معلوم کرنے کے لئے احقر نے ایک مستقل رسالہ بنام "تفصیل الخطاب فی تفسیر آیات الحجاب" لکھ دیا ہے جو بزبان عربی احکام القرآن سورۂ احزاب کا جز ہو کر شائع ہو چکا ہے اس تفسیر قرآن میں ہر آیت کی تفسیر تو اپنی اپنی جگہ پر آتی ہی باقی مضامین رسالہ کے چند ضروری اقتباسات یہاں لکھے جاتے ہیں

نزولِ حجاب کی تاریخ

عورتوں اور مردوں میں بے محابا اختلاط تو دنیا کی پوری تاریخ میں آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تک کسی زمانے میں درست نہیں سمجھا گیا، اور صرف اہلِ شرائع ہی نہیں دنیا کے عام شریف خاندانوں میں ایسے اختلاط کو روا نہیں رکھا گیا،

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سفرِ مدین کے وقت جن عورتوں کا اپنی بکریوں کو پانی پلانے کے لئے الگ رو کے ہوئے کھڑے ہونے کا ذکر ہے، اس کی وجہ یہی بتلائی گئی ہے کہ ان عورتوں نے مردوں کے ہجوم میں گھسنا پسند نہ کیا، سب کے بعد بچے ہوئے پانی پر قناعت کی، حضرت زینب بنت جحش جن کے نکاح کے وقت پہلی آیتِ حجاب نازل ہوئی ہے اس کے نازل ہونے سے پہلے بھی جامع ترمذی کی روایت میں ان کی گھر میں نشست کی یہ صورت بیان کی ہے وَھِیَ مُوَلِّیَۃٌ وَجْھَھَا اِلَی الْحَائِطِ، "یعنی وہ اپنا رُخ دیوار کی طرف پھیرے ہوئے بیٹھی تھیں"۔

اس سے معلوم ہوا کہ نزولِ حجاب سے پہلے بھی عورتوں مردوں میں بے محابا اختلاط اور بے تکلف ملاقات و گفتگو کا رواج شریف اور نیک لوگوں میں کہیں نہ تھا، قرآن کریم میں جس جاہلیتِ اُولیٰ اور اس میں عورتوں کے تبرّج و ظہور کا ذکر ہے وہ بھی عرب کے شریف خاندانوں میں نہیں بلکہ لونڈیوں اور آوارہ عورتوں میں تھا عرب کے شریف خاندان اس کو معیوب سمجھتے تھے، عرب کی پوری تاریخ اس کی شاہد ہے، ہندوستان میں ہندو، بُدھ مت، اور دوسرے مشرکانہ مذاہب والوں میں عورتوں مردوں کے درمیان بے محابا اختلاط گوارا نہ تھا، یہ مردوں کے دوش بدوش کام کرنے کے دعوے اور بازارو اور سڑکوں پر پریڈ کرنے اور تعلیم سے لے کر ہر شعبۂ زندگی میں مرد و زن کے بے تکلف اختلاط ضیافتوں اور کلبوں میں بے تکلف ملاقاتوں کا سلسلہ صرف یوروپین اقوام کی بے حیائی اور فحاشی کی پیداوار ہے، جس میں یہ اقوام بھی اپنے ماضی سے ہٹ جانے کے بعد مبتلا ہوئی ہیں، قدیم زمانے میں ان کی بھی یہ صورت نہ تھی، حق تعالیٰ نے جس طرح عورت کی جسمانی تخلیق کو مردوں سے ممتاز رکھا ہے اسی طرح ان کی طبیعتوں میں ایک فطری حیاء کا جوہر بھی رکھا ہے، جو ان کو فطری طور پر عام مردوں سے الگ تھلگ رہنے اور تستّر پر آمادہ کرتی ہے، اور یہ فطری اور طبعی حیاء کا پردہ عورتوں مردوں

یہ حکم تو سترِ عورت کا تھا، جو اوّلِ اسلام سے بلکہ اوّلِ آفرینش سے تمام شرائع انبیاء میں فرض رہا ہے، جس میں مرد و عورت دونوں برابر ہیں، خلوت وجلوت میں بھی برابر ہیں، جیسے لوگوں کے سامنے ننگا ہونا جائز نہیں، ایسے ہی خلوت و تنہائی بھی بلا ضرورت ننگا رہنا جائز نہیں،

دوسرا مسئلہ، حجاب اور پردہ کا ہے کہ عورتیں اجنبی مردوں سے پردہ کریں، اس مسئلہ میں بھی اتنی بات تو انبیاء وصلحاء اور شرفاء میں ہمیشہ سے رہی ہے کہ اجنبی مردوں کے ساتھ عورتوں کا بے محابا اختلاط نہ ہو، حضرت شعیب علیہ السلام کی دو لڑکیوں کا قصہ جو قرآن کریم میں پارہ ۲۰ میں آیا ہے اس میں لڑکیاں اپنی بکریوں کو پانی پلانے کے لئے بستی کے کنوئیں پر گئیں جہاں لوگوں کا ہجوم تھا وہ اپنے اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے تھے تو قرآن کریم میں ہے کہ یہ لڑکیاں ایک طرف الگ کھڑی ہوگئیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام جن کا اس وقت اتفاقی طور پر مسافرانہ انداز میں وہاں گذر ہوا تو ان لڑکیوں کو علیحدہ کھڑے دیکھ کر سبب پوچھا تو لڑکیوں نے ۲ دو باتیں بتلائیں،

اوّل یہ کہ اس وقت یہاں مردوں کا ہجوم ہے ہم اپنے جانوروں کو پانی اس وقت پلائیں گے جب یہ لوگ فارغ ہو کر چلے جائیں گے،

دوسری بات یہ بھی بتلائی کہ ہمارے والد بوڑھے ضعیف ہیں جس میں اشارہ اس طرف ہے کہ جانوروں کو پانی پلانے کے لئے نکلنا یہ عرف وعادت کے اعتبار سے عورتوں کا کام نہیں تھا، مگر والد کے ضعف و مجبوری اور کسی دوسرے آدمی کے موجود نہ ہونے کے سبب یہ کام ہمیں کرنا پڑ گیا،

یہ حال قرآن میں حضرت شعیب علیہ السلام کی لڑکیوں کا بتلایا گیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ اس زمانے اور ان کی شریعت میں بھی عورتوں مردوں کا دوش بدوش چلنا اور بے محابا اختلاط پسند نہیں تھا، اور ایسے کام جن میں مردوں کے ساتھ اختلاط ہو وہ عورتوں کے سپرد ہی نہیں کئے جاتے تھے، بہرحال اس مجموعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو باقاعدہ پردہ میں رہنے کا حکم اس وقت نہیں تھا، اسی طرح ابتداءِ اسلام میں بھی یہی صورت جاری رہی، ۳ھ یا ۵ھ میں عورتوں پر اجنبی مردوں سے پردہ کرنا فرض کر دیا گیا، جس کی تفصیلات آگے آتی ہیں،

اس سے یہ معلوم ہو گیا کہ سترِ عورت، اور حجابِ نساء یہ دو مسئلے الگ الگ ہیں، سترِ عورت ہمیشہ سے فرض ہے، حجابِ نساء ۵ھ ہجری میں فرض ہوا، سترِ عورت

مرد و عورت دونوں پر فرض ہے اور حجاب صرف عورتوں پر، ستر عورت لوگوں کے سامنے اور خلوت دونوں میں فرض ہے حجاب صرف اجنبی کی موجودگی میں، یہ تفصیل اس لئے لکھی گئی کہ ان دونوں مسئلوں کو خلط ملط کر دینے سے بہت سے شبہات مسائل اور احکام قرآن کے سمجھنے میں پیدا ہو جاتے ہیں، مثلاً عورت کا چہرہ اور ہتھیلیاں ستر عورت سے باجماع مستثنیٰ ہیں، اسی لئے نماز میں چہرہ اور ہتھیلیاں کھلی ہوں تو نماز بالاتفاق و باجماع جائز ہے، چہرہ اور ہتھیلیاں تو از روئے نص مستثنیٰ ہیں، قدمین کو فقہاء نے ان پر قیاس کر کے مستثنیٰ قرار دیا ہے،

لیکن اجنبی مردوں سے پردہ میں بھی چہرہ اور ہتھیلیاں مستثنیٰ ہیں یا نہیں، اس میں اختلاف ہے، جس کی تفصیل سورۂ نور کی آیت لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا، کے تحت گذر چکی ہے، جس کا خلاصہ آگے آتا ہے،

حجابِ شرعی کے درجات اور ان کے احکام کی تفصیل، پردۂ نسواں کے متعلق قرآن مجید کی سات آیات اور حدیث کی ستر روایات کا حاصل یہ معلوم ہوتا ہے کہ اصل مطلوبِ شرعی حجابِ اشخاص ہے، یعنی عورتوں کا وجود اور ان کی نقل و حرکت مردوں کی نظروں سے مستور رہو، جو گھروں کی چار دیواری یا خیموں اور معلق پردوں کے ذریعہ ہو سکتا ہے، اس کے سوا جتنی صورتیں حجاب کی منقول ہیں وہ سب ضرورت کی بناء پر اور وقتِ ضرورت اور قدرِ ضرورت کے ساتھ مقید اور مشروط ہیں،

اس طرح پردہ کا پہلا درجہ جو اصل مطلوبِ شرعی ہے وہ حجاب اشخاص ہے کہ عورتیں اپنے گھروں میں رہیں، لیکن شریعتِ اسلامیہ ایک جامع اور مکمل نظام ہے جس میں انسان کی تمام ضروریات کی رعایت پوری کی گئی ہے، اور یہ ظاہر ہے کہ عورتوں کو ایسی ضرورتیں پیش آنا ناگزیر ہے کہ وہ کسی وقت گھروں سے نکلیں اس کے لئے پردہ کا دوسرا درجہ قرآن و سنت کی رو سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سر سے پاؤں تک برقع یا لانبی چادر میں پورے بدن کو چھپا کر نکلیں، راستہ دیکھنے کے لئے چادر میں سے صرف ایک آنکھ کھولیں، یا برقع میں جو جالی آنکھوں کے سامنے استعمال کی جاتی ہے وہ لگا لیں، ضرورت کے مواقع میں پردہ کا دوسرا درجہ بھی پہلے کی طرح سب علماء و فقہاء کے درمیان متفق علیہ ہے،

ایک تیسرا درجہ بھی بعض روایات سے مفہوم ہوتا ہے، جس میں صحابہ و تابعین اور فقہاء امت کی رائیں مختلف ہیں، وہ یہ کہ عورتیں جب بضرورت گھروں سے باہر نکلیں تو

وہ اپنا چہرہ اور ہتھیلیاں بھی لوگوں کے سامنے کھول سکتی ہیں بشرطیکہ سارا بدن مستور ہو، پردۂ شرعی کے ان تینوں درجوں کی تفصیل یہ ہے کہ:۔

پہلا درجہ حجاب اشخاص بالبیوت قرآن وسنت کی رُو سے اصل مطلوب یہی درجہ ہے، سورۂ احزاب کی زیر بحث آیت وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ، اس کی واضح دلیل اور اس سے زیادہ واضح سورۂ احزاب ہی کے شروع کی آیت وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ ہے، ان آیتوں پر جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل فرمایا، اس سے اور زیادہ اس کی تشریح سامنے آجاتی ہے،

یہ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ پردۂ نسواں کے متعلق پہلی آیت حضرت زینب رضؓ کے نکاح کے وقت نازل ہوئی، روایات حدیث میں حضرت انس رضؓ نے فرمایا کہ میں اس واقعۂ حجاب کو اور سب سے زیادہ اس لئے جانتا ہوں کہ میں اس وقت حضور ﷺ کی خدمت میں موجود تھا، جب پردہ کے لئے یہ آیت نازل ہوئی، تو آپؐ نے مردوں کے سامنے ایک چادر وغیرہ کا پردہ ڈال کر حضرت زینبؓ کو اندر مستور کر دیا، یہ نہیں کیا کہ ان کو برقع یا چادر میں مستور کر دیتے، شانِ نزول میں جو واقعہ حضرت عمر بن خطابؓ کا اوپر گذر چکا ہے اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کا مقصود یہ تھا کہ امہات المؤمنینؓ مردوں کی نظروں سے الگ اندر رہیں، جیسا کہ ان کے ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے یَدْخُلُ عَلَیْكَ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ،

صحیح بخاری غزوۂ موتہ میں حضرت صدیقہ عائشہ رضؓ کی روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت زید بن حارثہؓ اور جعفر اور عبداللہ بن رواحہ کی شہادت کی خبر ملی تو آپؐ مسجدِ نبوی میں تشریف رکھتے تھے، آپؐ کے چہرۂ مبارک پر سخت غم وصدمہ کے آثار تھے، میں حجرہ کے اندر دروازہ کی ایک شق (دریچ) سے یہ سب ماجرا دیکھ رہی تھی،

اس سے ثابت ہوا کہ اُمّ المؤمنینؓ اس حادثہ کے وقت بھی باہر آکر برقع کے ساتھ مجمع میں شامل نہیں ہوئیں بلکہ دروازہ کی شق سے اس جلسہ کا مشاہدہ کیا،

اور صحیح بخاری کتاب المغازی عمرۃ القضاء کے باب میں ہے کہ حضرت عروہ ابن زبیر صدیقہ عائشہ رضؓ کے بھانجے اور عبداللہ بن عمرؓ مسجدِ نبوی میں حضرت صدیقہ عائشہؓ کے حجرے کے باہر متصل تشریف رکھتے تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمروں کے متعلق باہم گفتگو کر رہے تھے، ابن عمرؓ فرماتے ہیں، کہ اسی درمیان میں ہم نے حضرت صدیقہ کی مسواک کرنے اور حلق صاف کرنے کی آواز حجرہ کے اندر سے سُنی، آگے واقعہ میں

عمرات نبیؐ کا ذکر ہے، اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ آیاتِ حجاب نازل ہونے کے بعد ازواجِ مطہرات کا معمول یہ ہوگیا تھا کہ گھروں میں رہ کر پردہ کرتی تھیں،

اسی طرح صحیح بخاری غزوۃ الطائف میں ایک حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پانی کے برتن میں کلی کر کے حضرت ابوموسیٰ اور بلال رضؓ کو عطا فرمایا کہ اس کو پی لیں، اور اپنے چہرے پر مل لیں، ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ پردہ کے پیچھے یہ واقعہ دیکھ رہی تھیں انھوں نے اندر سے آواز دے کر ان دونوں بزرگوں سے کہا کہ اس تبرک میں سے کچھ اپنی ماں یعنی اُمّ سلمہؓ کے لئے چھوڑ دینا،

یہ حدیث بھی شاہد ہے کہ نزولِ حجاب کے بعد ازواج مطہراتؓ گھروں اور پردوں کے اندر رہتی تھیں،

فائدہ: اس روایت میں یہ بات بھی قابلِ نظر ہے کہ ازواج مطہراتؓ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات کی ایسی ہی شائق تھیں جیسے دوسرے مسلمان، یہ بھی آپ کی ذاتِ اقدس ہی کی خصوصیت تھی ورنہ بیوی سے جو بے تکلف تعلق شوہر کا ہوتا ہے، اس کے ساتھ اس کے تقدس و تعظیم کا یہ درجہ قائم رہنا عادۃً ناممکن ہے،

اور صحیح بخاری کتاب الادب میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ وہ اور ابوطلحہؓ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کہیں جا رہے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ پر سوار تھے، آپ کے ساتھ ام المؤمنین حضرت صفیہؓ بھی سوار تھیں، راستہ میں اچانک اونٹ کے ٹھوکر لگی، اور ابوطلحہ کے بیان کے مطابق آپؐ اور حضرت صفیہؓ اونٹ سے گر گئے، تو ابوطلحہؓ آپ کے پاس حاضر ہوئے، اور عرض کیا اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر قربان کر دے آپ کو کوئی چوٹ تو نہیں آئی، آپؐ نے فرمایا کہ نہیں، تم عورت کی خبر لو، ابوطلحہ نے پہلے تو اپنا چہرہ کپڑے میں چھپایا، پھر حضرت صفیہؓ کے پاس پہونچے اور ان کے اوپر کپڑا ڈال دیا تو وہ کھڑی ہوگئیں، پھر اسی طرح پردہ میں مستور ان کو ان کو سواری پر سوار کیا،

اس واقعہ میں بھی جو ایک حادثہ کی صورت میں اچانک پیش آیا، صحابہ کرام اور ازواجِ مطہرات کا ... پردہ کے معاملہ میں اتنا اہتمام اس کی بڑی اہمیت کا شاہد ہے،

اور جامع ترمذی میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِذَا خَرَجَتِ الْمَرْأَةُ اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطٰنُ (قال الترمذی ھذا حدیث حسن صحیح غریب) معنی یہ ہیں کہ "عورت جب گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاک لیتا ہے" (یعنی اس کو مسلمانوں میں بُرائی پھیلانے کا ذریعہ بناتا ہے)۔

اور ابن خزیمہ و ابن حبان نے اس حدیث میں یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں، وَاَقْرَبُ مَا تَكُوْنُ مِنْ وَجْهِ رَبِّهَا وَهِيَ فِيْ قَعْرِ بَيْتِهَا۔ یعنی عورت اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر کے بیچ میں مستور ہو"

اس حدیث میں بھی اس کی شہادت موجود ہے کہ اصل عورتوں کے لئے یہی ہے کہ وہ اپنے گھروں میں بیٹھیں باہر نہ نکلیں (ضرورت کے مواقع مستثنیٰ ہیں)

اور ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لَيْسَ لِلنِّسَاءِ نَصِيْبٌ فِي الْخُرُوْجِ اِلَّا مُضْطَرَّةً (رواہ الطبرانی کذا فی الکنز، ص ۲۶۳ ج ۸) "یعنی عورتوں کا باہر نکلنے کے لئے کوئی حصہ نہیں، بجز اس کے کہ باہر نکلنے کے لئے کوئی اضطراری صورت پیش آجائے"

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے روایت ہے کہ میں ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا، آپ نے صحابہ کرامؓ سے سوال فرمایا اَيُّ شَيْءٍ خَيْرٌ لِّلْمَرْاَةِ (عورت کے لئے کیا چیز بہتر ہے) صحابہ کرام خاموش رہے، کوئی جواب نہیں دیا، پھر جب میں گھر میں گیا اور فاطمہؓ سے میں نے یہی سوال کیا تو انھوں نے فرمایا لَا يَرَيْنَ الرِّجَالَ وَلَا يَرَوْنَهُنَّ، یعنی عورتوں کے لئے بہتر یہ ہے کہ نہ وہ مردوں کو دیکھیں اور نہ مرد اُن کو دیکھیں"۔ میں نے ان کا یہ جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نقل کیا، تو آپ نے فرمایا صَدَقَتْ اِنَّهَا بِضْعَةٌ مِّنِّيْ "انھوں نے درست کہا بیشک وہ میرا ایک جزء ہیں"۔

واقعہ افک میں جو سبب حضرت صدیقہؓ کے جنگل میں رہ جانے کا پیش آیا وہ یہی تھا کہ ازواج مطہراتؓ کا پردہ صرف برقع چادر ہی کا نہیں تھا بلکہ وہ سفر میں بھی اپنے ہودج (شغدف) میں رہتی تھیں، یہ شغدف ہی اونٹ کے اوپر سوار کر دیا جاتا تھا اور اسی طرح اتارا جاتا تھا، شغدف مسافر کا مثل مکان کے ہوتا ہے، اس واقعہ میں جب قافلہ چلنے لگا تو حسب عادت خادموں نے شغدف کو یہ سمجھ کر اونٹ پر سوار کر دیا کہ اُم المؤمنین اس کے اندر موجود ہیں، اور واقعہ یہ تھا کہ وہ اس میں نہیں تھیں، بلکہ طبعی ضرورت کے لئے باہر گئی ہوئی تھیں، اس مغالطہ میں قافلہ روانہ ہو گیا اور اُم المؤمنین جنگل میں تنہا رہ گئیں، یہ واقعہ بھی اس بات کا قوی شاہد ہے کہ حجاب شرعی کا مفہوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ازواج مطہراتؓ نے یہی سمجھا تھا کہ عورتیں اپنے مکانوں میں، سفر میں ہوں تو اپنے شغدف میں رہیں، ان کا وجود مردوں کے سامنے نہ آئے، اور جب سفر کی حالت میں حجاب اشخاص کا یہ اہتمام تھا تو حضر میں کتنا اہتمام ہوگا،

دوسرا درجہ حجاب بالبرقع

ضرورت کے مواقع میں جب عورت کو گھر سے باہر جانا پڑے تو اس وقت کسی برقع یا لمبی چادر کو سر سے پیر تک اوڑھ کر نکلنے کا حکم ہے، جس میں بدن کا کوئی حصہ ظاہر نہ ہو، یہ سورۂ احزاب کی اس آیت سے ثابت ہے جو آگے آرہی ہے، يَآيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ، "یعنی اے نبیؐ! آپ اپنی ازواج مطہرات رضؓ اور نبات طاہرات کو اور عام مسلمانوں کی عورتوں کو حکم دیں کہ اپنی جلباب استعمال کریں"، جلباب اس لمبی چادر کو کہتے ہیں جس میں عورت سر سے پیر تک مستور ہو جائے (روی ذٰلک عن ابن عباس رضؓ)

ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ سے استعمالِ جلباب کی صورت یہ نقل کی ہے کہ عورت سر سے پاؤں تک اس میں لپٹی ہوئی ہو اور چہرہ اور ناک بھی اس سے مستور ہو، صرف ایک آنکھ راستہ دیکھنے کے لئے کھلی ہو، اس آیت کی پوری تفسیر آگے آتی ہے، یہاں صرف یہ بتلانا منظور ہے کہ ضرورت کے وقت جب عورت گھر سے نکلنے پر مجبور ہو تو اس کو پردہ کا یہ درجہ اختیار کرنا ضروری ہے کہ جلباب وغیرہ میں سر سے پاؤں تک مستور ہو اور چہرہ بھی بجز ایک آنکھ کے چھپا ہوا ہو،

یہ صورت بھی باتفاق فقہاءِ اُمت ضرورت کے وقت جائز ہے، مگر احادیث صحیحہ میں اس صورت کے اختیار کرنے پر بھی چند پابندیاں عائد کی ہیں، کہ خوشبو نہ لگائے ہوئے ہو بجنے والا کوئی زیور نہ پہنا ہو، راستہ کے کنارے پر چلے، مردوں کے ہجوم میں داخل نہ ہو وغیرہ،

تیسرا درجہ پردۂ شرعی کا، جس میں فقہاء کا اختلاف ہے

یہ ہے کہ سر سے پیر تک سارا بدن مستور رہو، مگر چہرہ اور ہتھیلیاں کھلی ہوں، جن حضرات نے اِلَّا مَا ظَهَرَ کی تفسیر چہرے اور ہتھیلیوں سے کی ہے، ان کے نزدیک چونکہ چہرہ اور ہتھیلیاں حجاب سے مستثنیٰ ہوگئیں، اس لئے ان کو کھلا رکھنا جائز ہوگیا، (کما روی عن ابن عباس رضؓ) اور جن حضرات نے مَا ظَهَرَ سے برقع، جلباب وغیرہ مراد لی ہے وہ اس کو ناجائز کہتے ہیں، (کما روی عن ابن مسعود رضؓ) جنھوں نے جائز کہا ہے اُن کے نزدیک بھی یہ شرط ہے کہ فتنہ کا خطرہ نہ ہو، مگر چونکہ عورت کی زینت کا سارا مرکز اس کا چہرہ ہے، اس لئے اس کو کھولنے میں فتنہ کا خطرہ نہ ہونا شاذ و نادر ہے، اس لئے انجام کار عام حالات میں ان کے نزدیک بھی چہرہ وغیرہ کھولنا جائز نہیں،

ائمۂ اربعہ میں سے امام مالکؒ شافعیؒ، احمد بن حنبلؒ تین اماموں نے تو پہلا مذہب اختیار کرکے چہرہ اور ہتھیلیاں کھولنے کی مطلقاً اجازت نہیں دی، خواہ فتنہ کا خوف ہو یا

نہ ہو، امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اگرچہ دوسرا مسلک اختیار فرمایا مگر خوف فتنہ کا نہ ہونا شرط قرار دیا، اور چونکہ عادۃً یہ شرط مفقود ہو اس لئے فقہاء حنفیہ نے بھی غیر محرموں کے سامنے چہرہ اور ہتھیلیاں کھولنے کی اجازت نہیں دی،

مذاہب ائمہ اربعہ کی روایتیں ان مذاہب کی مستند کتابوں کے حوالہ سے رسالہ تفصیل الخطاب جزء احکام القرآن میں مفصّل بیان کردی گئی ہیں، حنفیہ کا اصل مذہب چونکہ چہرے اور ہتھیلیوں کو حجاب سے مستثنیٰ ہونے کا ہے اس لئے اُس جگہ مذہب حنفیہ کی چند روایات نقل کی جاتی ہیں، جن میں بوجہ خوف فتنہ ممانعت کرنے کا حکم مذکور ہے،

اِعْلَمْ اَنَّہٗ لَا مُلَازَمَۃَ بَیْنَ کَوْنِہٖ لَیْسَ عَوْرَۃً وَّجَوَازِ النَّظَرِ اِلَیْہِ فَحِلُّ النَّظَرِ مَنُوْطٌ بِعَدَمِ خَشْیَۃِ الشَّھْوَۃِ مَعَ انْتِفَاۗءِ الْعَوْرَۃِ وَلِذَا حَرُمَ النَّظَرُ اِلٰی وَجْھِھَا وَوَجْہِ الْاَمْرَدِ اِذَا شَکَّ فِی الشَّھْوَۃِ وَلَا عَوْرَۃَ،

(فتح القدیر، ص ۱۸۱ ج ۱)

"سمجھ لو کہ کسی عضو کے ستر میں داخل نہ ہونے اور اس کی طرف نظر کے جائز ہونے میں کوئی تلازم نہیں، کیونکہ نظر کا جواز تو اس پر موقوف ہو کہ شہوت کا خطرہ نہ ہو حالانکہ وہ عضو ستر میں داخل نہیں اسی وجہ سے اجنبی عورت کا چہرہ یا کسی بے ریش لڑکے کے چہرے کی طرف نظر کرنا حرام ہو، جب کہ شہوت پیدا ہونے میں شک ہو حالانکہ چہرہ ستر میں داخل نہیں"

فتح القدیر کی مذکورہ عبارت سے خطرۂ شہوت کی یہ تفسیر بھی معلوم ہوگئی کہ اگرچہ بالفعل کوئی شہوانی نیت نہ ہو مگر ایسا خیال پیدا ہو جانے کا شک ہو، جب ایسا شک ہو تو نہ صرف اجنبی عورتوں کے بلکہ بے ریش لڑکوں کے چہرے کو دیکھنا بھی حرام ہے، اور خیالِ شہوت پیدا ہونے کی تشریح جامع الرموز میں یہ کی ہے کہ نفس میں اس کے قریب ہونے کا میلان پیدا ہو جائے، اور یہ ظاہر ہے کہ نفس میں اتنا میلان بھی پیدا نہ ہو، یہ چیز تو سلف کے زمانے میں بھی شاذ تھی، حدیث میں حضرت فضلؓ کو ایک عورت کی طرف دیکھتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے چہرے کو اپنے ہاتھ سے دوسری طرف پھیر دینا اس کی واضح دلیل ہے تو اس زمانہ فساد میں کون کہہ سکتا ہے کہ اس خطرے سے خالی ہے،

اور شمس الائمہ سرخسی نے اس مسئلہ پر مفصّل بحث کے بعد لکھا ہے:

وَھٰذَا کُلُّہٗ اِذَا لَمْ یَکُنِ النَّظَرُ

"یہ چہرہ اور ہتھیلیوں کی طرف نظر کا

عَنْ شَهْوَةٍ فَإِنْ كَانَ يَعْلَمُ أَنَّهُ إِنْ نَظَرَ اشْتَهَى لَمْ يَحِلَّ لَهُ النَّظَرُ إِلَى شَيْءٍ مِنْهَا،

(مبسوط، ص ۱۵۲ ج ۱۰)

جائز ہونا صرف اس صورت میں ہے جبکہ یہ نظر شہوت سے نہ ہو، اور اگر دیکھنے والا جانتا ہے کہ چہرہ دیکھنے سے بُرے خیالات پیدا ہو سکتے ہیں تو اس کو عورت کی کسی چیز کی طرف بھی نظر حلال نہیں"

اور علامہ شامیؒ نے رد المحتار کتاب الکراہیۃ میں فرمایا ہے:-

فَإِنْ خَافَ الشَّهْوَةَ أَوْ شَكَّ امْتَنَعَ النَّظَرُ إِلَى وَجْهِهَا فَحِلُّ النَّظَرِ مُقَيَّدٌ بِعَدَمِ الشَّهْوَةِ وَإِلَّا فَحَرَامٌ وَهٰذَا فِي زَمَانِهِمْ وَأَمَّا فِي زَمَانِنَا فَمَنَعَ مِنَ الشَّابَّةِ إِلَّا النَّظَرُ لِحَاجَةٍ كَقَاضٍ وَشَاهِدٍ يَحْكُمُ وَيَشْهَدُ وَأَيْضًا قَالَ فِي شُرُوطِ الصَّلٰوةِ وَتُمْنَعُ الشَّابَّةُ مِنْ كَشْفِ الْوَجْهِ بَيْنَ رِجَالٍ لَا لِأَنَّهُ عَوْرَةٌ بَلْ لِخَوْفِ الْفِتْنَةِ،

"اگر شہوت کا خطرہ یا شک ہو تو عورت کے چہرے کی طرف نظر ممنوع ہو گی"، کیونکہ نظر کا حلال ہونا شہوت نہ ہونے کے ساتھ مشروط ہے، اور جب یہ شرط نہ ہو تو حرام ہے، اور یہ بات سلف کے زمانے میں تھی لیکن ہمارے زمانے میں تو مطلقاً عورت کی طرف نظر ممنوع ہے مگر یہ کہ کسی حاجتِ شرعیہ کی وجہ سے نظر کرنا پڑے، جیسے قاضی یا شاہد جن کو کسی معاملہ میں اس عورت کے متعلق شہادت یا فیصلہ دینا پڑے اور شروط صلوٰۃ میں فرمایا کہ جوان عورت کو (اجنبی) مردوں کے سامنے چہرہ کھولنا ممنوع ہے، اس لئے نہیں کہ یہ عورت ہے بلکہ فتنہ کے خوف سے"

خلاصہ اس بحث و اختلافِ فقہاء کا یہ ہے کہ امام شافعی، مالک، احمد بن حنبل رحمہم اللہ نے نوجوان عورت کی طرف نظر کرنے کو عادتِ عامہ کی بناء پر سببِ فتنہ قرار دے کر اس کو مطلقاً منع کر دیا، خواہ واقع میں فتنہ ہو یا نہ ہو، جیسے شریعت کے بہت سے احکام میں اس کی نظائر موجود ہیں، مثلاً سفر چونکہ عادۃً مشقت و محنت کا سبب ہوتا ہے، اس لئے خود سفر ہی کو مشقت کا حکم دے کر تمام احکام رخصت کے سفر متحقق ہونے پر دائر کر دیئے، خواہ کسی شخص کو سفر میں کوئی بھی مشقت نہ ہو، بلکہ اپنے گھر سے زیادہ آرام ملے، مگر قصر نماز اور رخصتِ روزہ وغیرہ کے احکام اس کو بھی شامل ہیں، اسی طرح نیند کی حالت میں چونکہ انسان بے خبر ہوتا ہے اور عادۃً ریاح خارج ہو جاتی ہیں، اس لئے خود نیند ہی کو

خروجِ ریح کے قائم مقام قرار دے کر نیند سے وضو ٹوٹ جانے کا حکم دیدیا خواہ واقع میں ریح خارج ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو،

مگر امام اعظم ابو حنیفہؒ نے عورت کے چہرے اور ہتھیلیاں کھولنے کو یہ درجہ نہیں دیا کہ چہرہ کھولنے ہی کو فتنہ کا قائم مقام قرار دیدیں، بلکہ حکم اس پر دائر رکھا کہ جہاں فتنہ یعنی عورت کی طرف قریب ہونے کے میلان کا خطرہ یا احتمال ہو وہاں ممنوع ہے اور جہاں یہ احتمال نہ ہو جائز ہے، مگر اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ اس زمانے میں ایسا احتمال نہ ہو بالکل شاذ و نادر ہے اس لئے متاخرین فقہاء حنفیہ نے بھی بالآخر وہی حکم دیدیا جو ائمہ ثلاثہ نے دیا تھا، کہ جوان عورت کے چہرے یا ہتھیلیوں کی طرف بھی نظر ممنوع ہے،

اس کا حاصل یہ ہوا کہ اب باتفاق ائمہ اربعہ یہ تیسرا درجہ پردہ کا ممنوع ہو گیا کہ عورت برقع چادر وغیرہ میں پورے بدن کو چھپا کر مگر صرف چہرہ اور ہتھیلیوں کو کھول کر مردوں کے سامنے آئے، اس لئے اب پردے کے صرف پہلے ہی دو درجے رہ گئے، ایک اصل مقصود یعنی عورتوں کا گھروں کے اندر رہنا بلا ضرورت باہر نہ نکلنا، اور دوسرا یعنی برقع وغیرہ کے ساتھ نکلنا ضرورت کی بنا پر بوقت ضرورت و بقدر ضرورت،

مسئلہ، پردہ کے احکام مذکورہ میں بعض صورتیں مستثنیٰ بھی ہیں، مثلاً بعض مرد یعنی محارم پردہ سے مستثنیٰ ہیں اور بعض عورتیں مثلاً بہت بوڑھی وہ بھی پردے کے عام حکم سے کسی قدر مستثنیٰ ہیں، ان کی تفصیل کچھ تو سورۂ نور میں گذر چکی ہے کچھ آگے سورۂ احزاب کی ان آیات میں آئے گی جن میں یہ استثناء مذکور ہے،

پردہ کے مسئلے کی اہمیت کے پیش نظر اپنے رسالہ "تفصیل الخطاب فی احکام الحجاب" کا کچھ خلاصہ یہاں لکھ دیا ہے جو عوام کے لئے کافی ہے، پوری تحقیق مطلوب ہو تو رسالہ مذکورہ میں دیکھی جا سکتی ہے، یہ رسالہ احکام القرآن تفسیر سورۂ احزاب میں شائع ہو چکا ہے، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم،

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اللہ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں رسول پر اے ایمان والو!

صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝۵۶

رحمت بھیجو اس پر اور سلام بھیجو سلام کہہ کر